ISSN No. 2394-9996

New Vision

Multi-disciplinary Research Journal

January 2017

Online version : http://www.milliyaresearchportal.com

Anjuman Ishat -e- Taleem Beed's
Milliya Arts, Science & Management Science College,
Beed- 431122 (Maharashtra)
Website : www.milliyasrcollege.org
E-mail.ID : newvisionjournal@gmail.com

ISSN No. 2394-9996

New Vision

Multi-disciplinary Research Journal
January 2017

Chief Editor
Dr. Mohammed Ilyas Fazil
Principal, Milliya Arts, Science & Management Science College, Beed.

Executive Editor
Dr. Mirza Asad Baig Rustum Baig.

Managing Editors
Dr. Syed Hameed Kareem
Prof. Syed Fareed Ahmed Nahri.
Dr. Pathan Ayub Majid Khan

Published by

Anjuman Ishat -e- Taleem Beed's
Milliya Arts, Science & Management Science College,
Beed- 431122 (Maharashtra)
Website : www.milliyasrcollege.org
Online version : http://www.milliyaresearchportal.com
E-mail.ID : newvisionjournal@gmail.com

New Vision

Multi-disciplinary Research Journal

Editorial Board.

Dr. Syed S.R.

Dr. Abdus Shakur Quasmi

Dr. Abdul Anees Abdul Rashid.

Dr. Abdul Samad Nadvi

Dr. Shaikh Ajaz Parveen

Dr. Patel M.R.

Dr. Alka Shri Dange.

Dr. Mujawar S.T.

Dr. Maqbool Saleem

Dr. Hashm Baig Mirza

Dr. Kaleem Mohiuddin

Dr. Beedkar S.D.

Dr. Sonavane V.K.

Dr. Mohd. Ataullah

Dr. Khayyum Farooqui

Prof. Maleka Shaheen

Prof. Jadhav Shamal

Dr. Mirza Wajid Baig

INDEX

Sr. No.	Title of Research Paper	Author	Sub	P.No.
1	AMIT CHAUDHURI: A NEW WAY OF WRITING	Dr. Laxmikant Bahegavankar	English	1
2	DEPICTION OF CULTURE AND HISTORY IN AMITAV GHOSH'S *THE SHADOW LINES*	Dr. Mrs. Shaikh Ajaz Perveen Mohd. Khaleeludddin	English	4
3	Realism and Humiliation in Dalit Literature	Dr.Sangeeta S.Sasane	English	10
4	Mahatma Gandhi's View of Rural Development	Dr. Sandhya Beedkar	Sociology	13
5	Dr. Ambedkar's Social Reformer Movement	Syed Tanvir Badruddin	Sociology	16
6	"A Review on the life of Maulana Abulkalam Azad."	Dr. Mohammed Quayyum M. Younus	Polytical Science	19
7	VITAL DEMOCRACY UNDER THE PARTICIPATION OF INDIAN NATINALISM.	Asst. Prof. Shaikh Gafoor Ahmed	Polytical Science	26
8	SPORTS NUTRITION	Dr. Shaikh Afsar Jaidi Saif Sultan	Phy - Education	30
9	Climate Change and its Impact on Agriculture	Dr. Mirza Wajid Baig Rustum Baig	Geography	35
10	Phychology of Sport and Exercise	Dr. Saudagar Faruk Dr. Md. Ataullah Jagirdar	Phy - Education	40
11	कलावाद एक समिक्षा	डॉ. मिर्झा असद बेग डॉ. पठाण अय्युब खान	हिंदी	44
12	जनवादी कवि नागार्जुन	प्रा. डॉ. महेमूद पटेल	हिंदी	47
13	नारी अस्मिता का सवाल : 'त्यागपत्र'	डॉ. अलका श्री. डांगे	हिंदी	50

Sr. No.	Title of Research Paper	Author	Sub	P.No.
14	अल्मा कबूतरी में चित्रित संघर्षशील नारी	प्रा. डॉ. चित्रा धामणे	हिंदी	54
15	विज्ञापन में नारी का अस्तित्व	प्रा.आहेर संगीता एकनाथराव	हिंदी	57
16	विकलांग-विमर्श कारण तथा चुनौति	डॉ. ओमप्रकाश बन्सीलाल झंवर	हिंदी	60
17	'जनता का मोर्चा' नाटक में साम्प्रदायिक सद्भाव एवं राष्ट्रीय एकात्मता	प्रा. संतोष नागरे	हिंदी	64
18	धूमिल के काव्य में जनवादी चेतना	डॉ. सय्यद अमर फकिर	हिंदी	67
19	'जीवन हमारा' में व्यक्त शोषण, दमन और रूदन	प्रा. प्रकाश गायकवाड	हिंदी	71
20	शांता शेळके यांची भाषाशैली	डॉ. सरकटे सदाशिव	मराठी	75
21	'संभूती' कृषी जीवनाशी निगडीत स्त्रीच्या जीवनातील फरफट रेखाटणारी कादंबरी	स.प्रा. ढास रवींद्र	मराठी	81
22	दलित साहित्यातील मानवता	प्रा. नामदेव शिनगारे	मराठी	84
23	दौलताबाद शहराचे महत्त्व	डॉ. शेख कलीम मोहियोद्दीन	इतिहास	89
24	मुक्ती संग्रामातील योध्दा	प्रा. हुसेन ईमाम प्रा. मोहन जगन्नाथ काळकुटे	इतिहास	92
25	नवभारत निर्मितीत स्वामी विवेकानंदाचे शक्तीदाय विचार	प्रा. श्रीमती सुनिता शंकरराव कुरूडे	इतिहास	94
26	सामाजिक समायोजनामध्ये वर्तन एक महत्त्वपूर्ण घटक	प्रा. मलेका शाहिन अब्दुल गफार	गृह विज्ञान	98
27	" सावित्री फुलेंचे स्त्री चळवळीतील योगदान व आजची महिला "	प्रा. जाधव एस.बी.	गृह विज्ञान	100
28	"संत साहित्यातील आहार विचार "	डॉ. शिल्पा खोत-देशपांडे	गृह विज्ञान	104

Sr. No.	Title of Research Paper	Author	Sub	P.No.
29	बीड जिल्ह्यातील जलसंपदा व लाक्ष भेत्र - एक भौगोलीक अभ्यास	प्रा. जाधव वसुदेव दत्तात्रय	भूगोल	112
30	औंढा नागनाथ या तिर्थस्थळाच्या सोयी सुविधांचा अभ्यास	प्रा. जगन्नाथ धोंडीराम चव्हाण	भूगोल	115
31	Qamar Iqbal : Lafziyat Aur Fanny Lwazimat	Syed Fareed Ahmed Nahri	Urdu	119
32	Adabi Rasael Research Aur Research Scholar	Dr. Sharfun Nihar	Urdu	132
33	Marathwada Mein Urdu Tahequiq	Dr.Maqbool Saleem Shaikh Mahtab	Urdu	136
34	Urdu Ghazal Ka Safar Aur Ibham Goi	Dr. Asfiya Zakariya	Urdu	141
35	Arabi Zuban wo Adab Ek Thaqiqui Jaiza	Dr. Abdul Samad Nadvi	Arabic	143
36	Na'atiya Shairi Aur Hind ke Ghair Muslim Na'at Go Shoara- ek Ijmali Jaiza	Dr. Khalil Ahmed	Arabic	147
37	Fort William College Urdu ke Irtequai Amal ka Hissedar	Afiya Uzma	Urdu	151
38	Qaumiyat Kiya Hay	Dr. Mohammed Sheraj Ali	Urdu	155
39	Aazadi ke Bad Urdu Ghazal par Ek Nazar	Dr. Aliya Kausar Ali Shah Khan	Urdu	164
40	Arabi Zuban wo Adab ka Ek Mayaye Naz Aalim Muhammad bin Yusuf Surti	Dr. Mohammad Tawakkul Mohammad. Sadiq	Arabic	168
41	Maulana Abul Kalam Azad ba Haisiyat Nasr Nigar	Dr. Patel Shabina Begum Mujahedsab	Urdu	172

Multi-disciplinary Research Journal
New Vision

ISSN No. 2394-9996

قمرؔ اقبال۔ لفظیات اور فنی لوازم

QAMAR IQBAL :LAFZIYAT AUR FANNY LWAZIMAT

Syed Fareed Ahmed Nahri
Head Dept. of Urdu
Milliya Arts, Science and Management College, Beed

اُردو زبان وادب کی خدمت کرنے والوں میں علاقہ دکن کو خاص اہمیت حاصل ہے اور عہدِ قدیم سے اورنگ آباد کو بھی ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ دکن کے علاقے نے تاریخ کے بہت سے نشیب وفراز دیکھے ہیں۔قوموں کا عروج وزوال دیکھا ہے۔ ملک کی آزادی کا جشن منایا تو تقسیم وطن کے المیے کا صدمہ بھی جھیلا ہے اور اب تک جھیل رہے ہیں۔سینکڑوں معصوم انسانوں کا لہو بہہ رہا تھا۔ کچھ لوگ، نئے وجود میں آئے نئے لک کی طرف چل دئے تو اکثر لوگوں نے یہیں رہنے کا فیصلہ کیا۔ ایسے حالات میں شعروشاعری پر کون توجہ دیتا۔ جب حالات معمول پر آئے تو پھر لوگ اس طرف متوجہ ہوئے اور شعروسخن کا جو سلسلہ تھم گیا تھا وہ پھر سے جاری ہوگیا،اسی ماحول میں قمرؔ اقبال نے شاعری پر توجہ کی۔

جہاں تک اورنگ آباد کا سوال ہے ولیؔ اورنگ آبادی اور سراجؔ اورنگ آبادی سے کون واقف نہیں۔ان کی ادبی خدمات کا زمانہ معترف ہے۔مولوی عبدالحق نے اُردو زبان وادب کی وہ خدمت کی کہ بابائے اردو کہلائے۔ یہ بات کون نہیں جانتا کہ تاریخ ادب اُردو کے طویل ابواب اورنگ آباد (دکن) کی خدمات کے لئے وقف ہیں۔سکندر علی وجدؔ نے گیسوئے اردو کو سنوارنے میں جو اہم کارنامہ انجام دیا اس سے پوری دنیائے اردو واقف ہے۔ یہ سلسلہ دورِ حاضر تک پہنچتا ہے۔

قمر اقبال نے اپنی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز دیکھے۔ وہ حادثات وتجربات کا شکار رہے۔ وہ شاعری کے لئے ہی پیدا ہوئے تھے۔اُن کی شاعری میں ان کی ذات کا حوالہ ملتا ہے۔ زندگی کے نامساعد حالات، رنج وغم، تجربات وحوادث سب کچھ شاعری کی ذات کا حصہ بنتے چلے گئے اور شاعری کو فکر ونظر عطا کرتے چلے گئے۔

T.S. Eliot نے کہا تھا (Poetry begins with delight and ends in wisdom) یعنی شاعری مسرت سے شروع ہوتی ہے اور بصیرت پر ختم ہوتی ہے۔ قمر اقبال کی شاعری میں یہ دونوں عناصر پائے جاتے ہیں۔ یعنی قمر اقبال کی شاعری میں مسرت بھی ہے اور بصیرت بھی۔

غزل کی صنف قمر اقبال کی پسندیدہ صنف رہی ہے اگر چہ کی وہ دیگر اصنافِ سخن میں بھی کامیاب ہیں لیکن غزل سے قمر اقبال کو طبعی مناسبت تھی۔ انھوں نے کبھی غزل کی تنگ دامانی کا شکوہ نہیں کیا۔ کیوں کہ یہ شکوہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ غزلیں کہتے رہے۔

قمر کے پاس بات کہنے کا اپنا ایک انداز ہے۔ ان کی اپنی ایک آواز ہے۔ ایک سلیقہ ہے، ایک شعور ہے۔ اظہار کا ایک موثر وسیلہ ہے۔ لہجے کی شائستگی ہے، جمالیاتی احساس ہے۔

ملے وہ زلف تو کہنا کہ اب بھی تیرے لئے
گلاب شاخ سے ہر روز توڑتا ہے کوئی

صنفِ غزل تفصیل و وضاحت کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

خشک پیڑوں کی یہ دو طرفہ قطار
وہ ابھی اس راہ سے گزرا نہیں

وہیں سے ربط محبت کا جوڑتا ہے کوئی
وہ اک جگہ کہ جہاں ساتھ چھوڑتا ہے کوئی

یہ رُت ہے وصل کی رُت ہم تو خیر انساں ہیں
شجر بھی اپنی قبائیں اتار دیتے ہیں

خلا سے لوٹ کے پھر آؤں گا زمیں کی طرف
مرا عروج علامت مرے زوال کی ہے

غزل چھیڑی تو فضا دور تک مہک سی گئی
کہ حرف حرف میں خوشبو ترے خیال کی ہے

کوئی فن کار جب ادب تخلیق کرتا ہے اور شعر وسخن کی بزم کو حرارت بخشتا ہے تو اس کے کچھ محرکات بھی ہوتے ہیں، اسباب بھی ہوتے ہیں، فن کار کے نظریات بھی ہوتے ہیں، سماجی پس منظر بھی ہوتا ہے اور اُس کے نفسیاتی عوامل بھی ہوتے ہیں، شعور ولاشعور کی کارفرمائی بھی ہوتی ہے۔فن کار جس ماحول کا پروردہ ہوتا ہے اُس کو سمجھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔کسی فن کار کے ادبی درجے کو متعین کرتے وقت اس فن کار کی تخلیقی توانائی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔فن کار کی سماجی بصیرت کو دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔غزل کا فن کار غزل کی رمزیت اور ایمائیت سے بھر پور استفادہ کرتا ہے۔اس لئے غزل کا مزاج اس کی گرفت میں ہوتا ہے۔

کسی غزل گو کی مخصوص لفظیات (Diction) بھی اُس کے کلام کو سمجھنے میں معاون ہوتی ہیں۔غزل کے اشعار کے لئے موضوعات کا انتخاب بھی شاعر کی فکر کے مختلف گوشوں کو روشنی میں لے آتا ہے۔اس ضمن میں ندرتِ خیال کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔شاعر جس کیفیت کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور زندگی کے بنتے بگڑتے جو نقشے کھینچنا چاہتا ہے یا زندگی کے جن رنگوں کا احاطہ کرنا چاہتا ہے تو مخصوص الفاظ شاعر کے مافی الضمیر کی ادائیگی میں مددگار ہوتے ہیں۔قمر اقبال کی لفظیات میں رشتہ، خواب، زہر، شیشہ، پتھر، آئینہ، زندہ، زندگی، شجر، ریگ زار، صحرا، آنکھ، شام وغیرہ۔

قمر اقبال کے پاس رشتوں کے المیے کا کافی تذکرہ ملتا ہے۔شاعر کہیں رشتوں کی نوعیت پر روشنی ڈالتا ہے تو کہیں ان کی حقیقت کو بیان کرتا ہے، کہیں ان کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔قمر اقبال کے نزدیک رشتہ بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔رشتے زندگی کی بنیاد ہوتے ہیں۔ رشتے کا ماتم زندگی کا ماتم ہوتا ہے۔

ایک گرتی ہوئی دیوار کا سایہ بن کے
زندگی رہ گئی ٹوٹا ہوا رِشتہ بن کے
ملے وہ شخص تو کیوں آج ہم کو پہچانے
کہ کل کے ساتھ ہی رشتے تمام کل کے گئے

شاعر کے نزدیک آج کے انسان کا المیہ یہ ہے کہ وہ رشتوں کی اہمیت کو سمجھ نہیں پا رہا ہے اس کے برعکس وہ رشتوں کو فراموش کرتا جا رہا ہے جس کے نتیجے میں ہمدردی کا جذبہ بھی ختم ہو رہا ہے اور انسانیت بھی ختم ہو رہی ہے۔شاعر کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے کہ ایسے حالات میں دنیا کا انجام کیا ہوگا۔

اب کسی سے بھی کسی کا نہیں رشتہ شاید
چند لمحوں کی ہے مہمان یہ دنیا شاید

شاعر اپنے تجربات اور مشاہدات کے وجہ سے اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ لوگ چونکہ سب کچھ بھلا دیتے ہیں، ان کی نظر میں تعلقات اور

رشتوں ناطوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے تو شاعر سوچتا ہے کہ کیوں نہ خود ہی تعلقات اور رشتوں ناطوں سے بے تعلق ہو جائیں لہٰذا شاعر ارضی تعلقات سے اوپر اُٹھ جانا چاہتا ہے کیوں کہ جن لوگوں کا دل دنیاوی معاملات میں الجھا رہتا ہے تو اس کے لئے بڑی مصیبت ہوتی ہے۔ اگر کسی انسان کی روح دنیامداری میں لگی رہے گی تو کہتے ہیں کہ دنیا سے جانے کے بعد بھی روح دنیا میں بھٹکتی رہتی ہے اس شاعر کا کہنا ہے:

روح آوارہ نہ بھٹکے یہ کسی کی خاطر
سارے رشتوں کو بھلانے کے لئے زندہ ہوں

آج رشتوں کا جو المیہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آج کا انسان مادہ پرست ہو چکا ہے۔ دین سے دوری نے احساسِ ذمہ داری اور جوابدہی کو نظر انداز کر دیا ہے۔ شاعر آج کے دور کو دیکھتا ہے تو عہدِ رفتہ سے تقابل کرنے لگتا ہے۔

وہ بھی تھا وقت دل و جاں سے تھے پیارے رشتے
کچے دھاگوں کی طرح آج ہیں سارے رشتے

قمر اقبال کہتے ہیں کہ پہلے رشتوں میں قربتیں ہوتی تھیں آج رشتوں میں فاصلے ہوتے ہیں۔

اب ملاقات بھی ہوتی ہے تو لہروں کی طرح
رہ گئے بن کے سمندر کے کنارے رشتے

شاعرے نے کبھی کسی کو غیر نہیں سمجھا، وہ سب کو اپنا سمجھتا رہا۔ بلکہ اُسے ایسا محسوس ہوا کہ تمام لوگ ایک ہی رسشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں سب اپنے ہیں کوئی غیر نہیں
رشتۂ درد سے مربوط ہیں سارے رشتے

شاعر مادّہ پرستی اور انانیت پہ طنز کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

غرق کر دے نہ کہیں سب کو لہو کا دریا
کچھ کہو کس نے کیے قتل ہمارے رشتے

حقیقت یہ ہے کہ انسان زندگی کو سمجھ نہیں سکا اور زندگی کے بارے میں سود وزیاں کے اندیشے سے بالاتر نہیں ہو سکا وہ زندگی کو نفع اور نقصان کے ترازو میں تولنے کا عادی ہو چکا ہے۔ جب شاعر کو یہ نظریہ قبول نہیں وہ تو دوسروں کے دکھ درد کو اپنانا چاہتا ہے۔

دل کچھ نہیں ہے درد کی دولت کے سامنے
دنیا سمجھ رہی ہے کہ سستا چلا گیا

شاعر کو اس بات کا اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اسی کائنات میں رشتوں کا لحاظ، ابھی موجود ہے۔

ستارے ٹوٹ کے مٹی میں منہ چھپاتے ہیں
ابھی زمین سے رشتہ ہے آسمانوں کا

شاعر کو اس بات کا بھی خوف ہے کہ

ہم کو یہ درد کا رشتہ نہیں جینے دے گا
گر جیے بھی تو زیادہ نہیں جینے دے گا

شاعر بالآخر مجبور ہو کر یہ کہتا ہے۔

جو ہوسکے تو تمہیں توڑ دو یہ سب رشتے
کہ ہم تو ہار گئے اپنے دل کو سمجھا کر

جب شاعر کی مرضی کے مطابق اُسے ان رشتوں سے نجات مل گئی اور جب درد کا رشتہ ختم ہو گیا تو شاعر نے کہا

اسی خوشی میں کہیں چل کے روئیں جی بھر کے
دلوں سے درد کا رشتہ بھی آج ختم ہوا

بعد میں شاعر ایک ایسی کیفیت سے دوچار ہوا کہ

نہ تجھ سے ربط، نہ اب تیرے درد سے رشتہ
سمٹ کر بھی دل لخت لخت کیا کرتے

چھاؤں خود راہ مسافر کی تکا کرتی ہے
جس کسی پیڑ سے ہوتا ہے تھکن کا رشتہ

خواب کا موضوع بھی قمر اقبال کی غزلوں کا پسندیدہ موضوع ہے۔ جب شاعر حقیقت کی دنیا میں نا آسودگی کا شکار ہو جاتا ہے تو وہ خوابوں کی دنیا میں دلچسپی لیتا ہے۔ جب آس پاس کی دنیا اس کو مایوسی کے تاریک غار میں ڈھکیل دیتی ہے تو اسے حقیقت کی دنیا کی تلخی کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور وہ خوابوں کی دنیا میں پناہ لے کر سکون محسوس کرتا ہے۔

بچوں کی طرح پانی میں مہتاب دیکھتے
اک عمر کٹ گئی ہے یہاں خواب دیکھتے

شاعر جانتا ہے کہ وہ خوابوں سے گریز نہیں کرسکتا۔

کون خوابوں سے بچے رات کے ویرانے میں
ان چٹانوں سے ہر اک شخص نے سر پھوڑا ہے

ذرا سی دیر کا سونا بھی کیا عذاب ہوا
گلی میں نیند کی پھر قتل ایک خواب ہوا

شاعرکواس بات کا بھی احساس ہے کہ خواب دیکھنے کا یہ عمل سوائے نادانی کے کچھ اور نہیں۔

ہے خوب قمر خوابوں ہی خوابوں میں جینا
ہم سا بھی کوئی شہر میں نادان کہاں ہے

نیند کرتی رہی آنکھوں کی خوشامد کیا کیا
ہم نے دیکھے ہی نہیں خواب سنہرے ان کے

میں سوچتا ہوں کہیں یہ بھی کوئی خواب نہ ہو
لگے جو آنکھ تو جیسے جھنجوڑتا ہے کوئی

نیند آئے تو نئے خواب دکھائے نہ مجھے
میری آنکھوں میں ابھی خواب پرانے ہیں بہت
گلی گلی میں کسے ڈھونڈتے ہیں خواب میرے
کہاں وہ چاہنے والے قمر غزل کے گئے

اگر کہو تو کروں پیش اپنی آنکھیں بھی
مرا گناہ یہی ہے کہ خواب میرا ہے

دماغ ڈوبتے مہتاب سا لگے ہے مجھے

کروں جو یاد تو سب خواب سا لگے ہے مجھے

زہر، قمراقبال کی غزلوں میں حقیقت کے طور پر بھی استعمال ہوا اور علامت کے طور پر، کبھی امرت کی ضد کے طور پر بھی

زندگی تو نے ہمیں لا کے کہاں چھوڑا ہے
مرنے والے ہیں بہت زہر مگر تھوڑا ہے

زہر حصّے میں کسی کے ہو کہ امرت یارو
روز معمول ہو پینا تو مزا ایک ہی ہے

زندگی روز ملی زہر بھرا جام لیے
روز جینے کی نئی راہ نکالی ہم نے

شام کے موضوع پر بھی قمر کے یہاں بہت سے اشعار ملتے ہیں۔

اداس شام کے پھیلے ہیں سائے رستے میں
کھڑے ہیں پیڑ سروں کو جھکائے رستے ہیں

یادوں کے ہیں چراغ بھی زخموں کے داغ بھی
پھر شام مجھ کو لے کے سمندر تک آگئی
اداس شام کے ہمراہ دن ڈھلے ہم بھی
پلٹ کے آئیں گے گھر میں دیا جلے ہم بھی

ہمارے عہد کے فن کار کا المیہ یہ ہے کہ وہ نامساعد حالات سے دوچار ہے۔ بہ حیثیت فن کار روحانی خلا کو وہ محسوس کرتا ہے، وہ ازلی تشنگی محسوس کرتا ہے۔ وہ تنہائی اور احساس محرومی کا شکار ہے۔ وہ طرح طرح کے تجربات سے گزرتا ہے۔ وہ جب اس بات کا جائزہ لینا چاہتا ہے کہ زندگی نے اسے کیا دیا تو اس کو اپنا دامن خالی نظر آتا ہے۔ وہ اداسی کو رقم کرنا چاہتا ہے، مایوسی کو لفظوں میں سمیٹنا چاہتا ہے۔ وہ محرومی کا احاطہ کرتا ہے، کرب کو لفظوں میں ڈھالتا ہے۔

پھانسی کی صبح شام سے ہے انتظار میں
زنداں میں ایک رات کا مہمان میں بھی ہوں

آنکھوں میں منظروں کو جب آباد کر لیا
دل نے کیا یہ طنز کہ ویران میں بھی ہوں

کتنی صدیوں سے ہے انسان کا سینہ خالی
سانپ اس میں ہیں بہت اور دفینہ خالی

ہم نے تنہائی کو دستور بنا رکھا ہے
گھر بھی بستی سے بہت دور بنا رکھا ہے

دل بھی بجھا بجھا تھا قمر اور چراغ بھی
جھونکا ہوا کا گھر سے ترستا چلا گیا

اپنے ہی خون کی جمنا میں کوئی ڈوب گیا
دل میں تعمیر کوئی تاج محل ہونے تک

دورِ حاضر نے انسان سے اس کی زندگی کا خاص مقصد بھی چھین لیا ہے، نہ وہ اپنے لیے جینا چاہتا ہے اور نہ دوسروں کے کام آنا چاہتا ہے۔

خود کی خاطر نہ زمانے کے لیے زندہ ہوں
قرض مٹی کا چکا نے کے لیے زندہ ہوں

یعنی شاعر صرف مٹی کا قرض چکانے کے لیے جی رہا ہے۔ یہاں اُن حالات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے جنھوں نے شاعر سے اس کی زندگی کا مقصد چھین لیا ہے۔ شاعر کو اس بات کا بھی رنج ہے کہ وہ جذبہ آج مقصود ہو چکا ہے جس کی وجہ سے انسان کو انسان کہا گیا، اُنس، ہمدردی، غم گُساری کے جذبات ختم ہو گئے۔ خلوص و محبت کا تو اب سوال ہی نہیں ہر شخص نفس کا غلام بنتا جا رہا ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر شاعر کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب حالات تو کسی اور بات کا اشارہ دے رہے ہیں یعنی یہ سراسر آثارِ قُربِ قیامت ہیں۔

وہ بات جو کتابِ مقدس میں درج ہے
آثار تو وہی ہیں قیامت کو کیا ہوا

آخر میں تو شاعر اس بات پر اطمنان کا اظہار کر رہا ہے کہ

ہوا غروب ہمیشہ کے واسطے سورج
یہ روز روز کا قصہ بھی آج ختم ہوا

جیسا کہ کہا گیا ہے غزل کا فن آسان بھی ہے اور مشکل بھی اب یہ بات شاعر کی افتادِ طبع پر منحصر ہے کہ وہ آسان راستے کا انتخاب کرتا ہے یا دشوار گذار اور سنگلاخ زمینوں کا انتخاب کرتا ہے۔ قمر اقبال جانتے ہیں کہ معجزۂ فن کی نمود تو خونِ جگر سے ہوتی ہے۔ اسی سوال میں اُن کا نظریۂ شاعری مضمر ہے کہ

قمر سُنا ہے بہت سہل ہے غزل کہنا
تو پھر ہمارا لہو کیوں نچوڑتا ہے کوئی

اے غزل مانگ سجا، اور نکھر اور سنور
خون کی ہر بوند کو سیندور بنا رکھا ہے

اپنے خون سے غزل کی مانگ میں سیندور بھرنے والا یہ شاعر جب درد سے دوچار ہوتا ہے تو دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

یاد آتی ہے تو اک شمع جلا جاتی ہے
درد اُٹھتا ہے تو تحفے میں غزل دیتا ہے

خود شاعر کو اس بات کا احساس ہے کہ اس نے غزل کی کیا خدمت کی ہے۔

غزل کو اک نیا لہجہ دیا ہے
غزل نے مجھکو لیکن کیا دیا ہے

غزل کے حسن کو سنوارنے اور نکھارنے میں غمِ جاناں نے بھی شاعر کا ساتھ دیا ہے

روپ پگھلے ہوئے سونے کا دیا غم کو ترے
تب غزل کا مری لہجہ بھی سنہرا ٹھہرا

شاعر غمِ دوراں اور غمِ جاناں کی روایتی اصطلاحات کا استعمال کیئے بغیر کہتا ہے کہ اس کی غزل میں اس کی محبوب کا جلوہ ملے گا۔

ہم پردۂ غزل میں چھپا لائے ہیں اُسے

لفظوں کی پالکی میں بٹھا لائے ہیں اسے

قمر اقبال کی غزلوں میں اُن جذبات کا اظہار ملتا ہے جو سچے اور حقیقی جذبات ہیں۔ مثال کے طور پر جب وہ تنہائی کا ذکر کرتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ ہر کوئی تنہائی کا ذکر کر رہا ہے۔ بنیادی طور پر قمر اقبال کی شاعری کا رجحان قنوطیت کی طرف مائل ہے اور قنوطیت کی شاخ پر تنہائی کا پھول کھلنا لازمی ہے۔ گویا تنہائی کا موضوع قمر اقبال کی شاعری کے مزاج سے ہم آہنگ ہے۔ بعض لوگ آنسو بہا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتے ہیں قمر اقبال غزل کہہ کر خود کو ہلکا محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے کرب و اضطراب کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ کتاب میں چین سے سو جاتے ہیں۔

پھل دینے والے درختوں کی پتھروں کی سوغات ملتی ہے۔ ماحول کی خوشنما بنانے والے پھولوں کی طرف گل چیں کے ہاتھ بڑھ جاتے ہیں۔ فن کار کے حصے میں اداسی اور مایوسی آتی ہے۔ وہ چلتا ہے، مسلسل چلتا ہے لیکن سوچتا ہے کہ یہ سفر کیسا ہے، یہ راستہ کیسا ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ اس لیے شاعر پوچھتا ہے

کیسا یہ مسلسل ہے سفر، راہ ہے کیسی
قسمت میں پرندوں کے بھی آرام لکھا ہے

شاعری میں قمر اقبال نے فنی لوازمات کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ اُن کے یہاں شعری صنعتیں بھی ہیں، پیکر تراشی کا عمل بھی، تشبیہات و استعارات بھی وہ لفظ کی نامیاتی قوت کو بھی اُجاگر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ان کے یہاں بصری پیکر ملاحظہ فرمایئے۔

جب بھی چلتی ہے ہوا تیز تو یوں لگتا ہے
آگیا ہاتھ میں اُڑ کر ترا آنچل جیسے

نگاہ ایک اُچٹتی سی ڈال کر گزارا
مرے قریب سے آنچل سنبھال کر گزرا

اُس نے کچھ پہلے ہواؤں کو ہدایت دی ہے
شمع کی پھر مرے ہاتھوں میں امانت دی ہے

اک شمع گل شُدہ کا قمر دل میں غم لیے
بیٹھے ہیں ہم سیاہی محراب دیکھتے

سمعی پیکر:

خشک پتوں ہی سے آوازِ خزاں بنتی ہے
دست کی گہری خموشی بھی زباں بنتی ہے
نہیں نہیں کے سُنی سب نے قمر اس کی کہانی
پھر یہ نہ رہا یاد کب آنسو نکل آئے

میرے افکار کا رشتہ تیری آواز سے ہے
میرے گیتوں کے لئے اپنا ترنم رکھنا

لمسی پیکر:

عجب ہے خوابوں کا یہ سفر بھی کہ ایسا محسوس ہو رہا ہے
کسی نے قدموں تلے ملائم سیاہ گیسو بچھا رکھے ہیں

تتلیاں ہاتھ میں آتی ہیں تو اُڑ جاتی ہیں
اپنی تنہائی کو یادوں سے سجاتا کیا ہے

ہوا ہے تیز شاخِ گل پر تتلی
کسی کانٹے سے وہ ٹکرانہ جائے

قمراقبال کے پاس استعارات کا استعمال بھی بخوبی پایا جاتا ہے

استعارات:

ہر لمحہ اک تماشئہ آب و سراب تھا
ہجر میں رہ کے کیا کوئی سیلاب دیکھتے

یہاں شاعر نے دنیا کے لیے صحرا کا استعارہ استعمال کیا ہے۔

تیر جلتی ہوئی کرنوں کے قمر آتے ہیں
اب بہت پاس ہے سورج کا جزیرہ شاید

پھر نیند نے پلکے سے قمر ہاتھ بڑھا کر
آنکھوں کے ورق پر کوئی الزام لکھا ہے

یادوں کے ہیں چراغ بھی زخموں کے داغ بھی
پھر شام مجھکو لے کے سمندر تک آگئی

استعارات:

اُداس شام کے ہمراہ دن ڈھلے ہم بھی
پلٹ کے آئیں گے گھر میں دیا جلے ہم بھی

نہ جانے راستہ تکتے ہیں کسی کا صدیوں سے
اُداسیوں کے گھنے برگدوں تلے ہم بھی

دیارِ دل میں عجب رسم یہ چلی یاروں
اندھیرے اور بڑھے رات جب ڈھلی یاروں

کون خوابوں سے بچے رات کے ویرانے میں
ان چٹانوں سے ہر ایک شخص نے سر پھوڑا

(خوابوں کے لیے چٹانوں کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے)

ہائے اک شعلۂ روپوش کی چاہت میں قمر
درد کی راکھ بکھرنے سے بچالی ہم نے

(شعلۂ روپوش اور دردر کی راکھ دونوں استعارے ہیں)

اُڑتا ہوا جگنو کوئی آنکھوں میں اتر آئے
پھر آج بہت دل کی گلی میں ہے اندھیرا

یہ پانی دیکھتا ہے راہ کس کی
سمندر کس لیے ٹھہرا ہوا ہے

(سمندر شاعر کی ذات کا استعارہ ہے)

تشبیہات:

یہ دل اداس ہے یوں جیسے گھر اُجاڑ کوئی
کسی کا غم ہے کہ سینے پہ ہے پہاڑ کوئی

(اس شعر میں دِل کو اُجاڑ گھر سے اور غم کو پہاڑ سے تشبیہہ دی گئی ہے)

تلمحات:

دیا تھا حکم سفر جس کو جانبِ صحرا
پتہ نہ تھا کہ وہاں شہر وہ بسا دے گا

قمر اقبالؔ جیسا فنکار ہمیشہ ہماری یادوں میں بسا رہے گا۔